ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

مابعد نو آبادیات: تعارف، حدود اور اہمیت

POST COLONIALISM: INTRODUCTION, LIMITS AND IMPORTANCE

محمد عمیر آصف
ایم فل ریسرچ اسکالر، یونیورسٹی آف سرگودھا
ڈاکٹر شفیق آصف
صدر شعبہ اردو و انچارج ڈین فیکلٹی آف سوشل سائینسز اینڈ ہیومینیٹیز
یونیورسٹی آف میانوالی
ڈاکٹر سید ارسلان عباس
لیکچرار مطالعہ پاکستان، یونیورسٹی آف میانوالی

Abstract:

This article gives a brief introduction of Post colonialism and dicusses the influence of post-colonialism on literary theory. It looks towards the reading of postcolonial text as a repository of sociological or historical information with its aesthetic dimension being put to one side as trivial and not essential to the communication of its social message. It suggests that this interpretive stance seems to contradict the notion of textual politics shaped by postcolonial theory and goes back to the question of what it means to respond to a work of literature as literature when the postcolonial qualifier enters the picture. The article also evaluates the value of the canonical literary text from a postcolonial perspective.

برصغیر پاک و ہند کے تاریخی تناظر میں ہم یہ جانتے ہیں کہ یہ وسیع خطہ قریباً دو سو سال برطانیہ کی نو آبادیات کا تختۂ مشق رہا ہے اور اس سے قبل بھی یہاں مختلف قوتیں آپس میں برسرِ پیکار رہیں۔ اگر ہم گذشتہ دو تین صدیوں میں ہونے والی اس یورپی نو آبادیات کے اسباب و علل اور اثرات کا تحقیقی، تنقیدی یا تجزیاتی مطالعہ بیسویں صدی کے وسط کے بعد کسی بھی لمحے میں کرتے ہیں تو یہ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ کہلائے گا۔ یہ مابعد نو آبادیات کی یہ سب سے عام فہم تعریف ہے۔ نو آبادیات کی اصطلاح تاریخ و ادب کی کئی اہم جہات کی حامل ہے۔

برصغیر پر یورپ کی حکمرانی کا مطالعہ شروع کرنے سے قبل ہمیں یورپ کی تاریخ پر سرسری نگاہ ضرور ڈالنا چاہیے۔ یورپ کی قدیم تاریخ میں پانچ سو سال قبل مسیح کا دور یونانی حکمت و فلسفہ کا دور ہے اس میں سقراط، افلاطون اور ارسطو جیسی تاریخ ساز شخصیات کا ذکر ملتا ہے۔ یہ دور تقدیر و جبر، انسانی روح، نفس، کائنات اور ذہن کی حقیقتوں کو سمجھنے سے عبارت ہے۔ اس کے بعد کے طویل عہد کو رومی دور اور ازمنۂ وسطیٰ کا نام دیا جاتا ہے۔ رومی دور سلطنتیں بنانے اور نظم و نسق قائم کرنے کے لیے قانون سازی کے لیے اہم ہے۔ اس دور میں مغرب نے تنظیمی ادارے بنانے کا ہنر سیکھا۔ پانچویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی عیسوی کے دور کو ازمنۂ وسطیٰ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اس دور کے اہم موضوعات پوپ اور بادشاہت کی کشمکش، جاگیر دارانہ نظام اور حقیقت سے بے خبر محکوم عوام ہیں۔ تاریخ کے اوراق میں یورپ کی نشاۃ الثانیہ ایک اہم واقعہ ہے۔ اس سے انسانی تخیل کو وسعت ملی۔ تاریخ کے مستقیم اور غائی تصور سے عقل کو پروان چڑھنے کا موقع ملا۔ لامحدود تک رسائی پانے کی خواہش نے زور پکڑا اور اس مقصد کے حصول کے لیے باقاعدہ کوششوں کا آغاز ہوا۔ سماجی سائنس کے میدان میں نئی نئی جہات دریافت ہوئیں اور انتہائی مفید ایجادات و انکشافات سامنے آئے۔ اس کے بعد اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں پوری دنیا میں بے پناہ تغیرات رونما ہوئے کہ تمام بنی نوعِ انسان کو وقت کی تیز رفتاری اور تغیر پذیری کا شدت سے احساس ہوا کہ بات اساطیر کے دور سے نکل کر سائنسی تجربہ گاہوں تک جا پہنچی ہے۔ انسانوں نے تسخیرِ کائنات کا نعرہ لگایا اور دولت اور خوشحالی کے لیے زمینوں کے ساتھ ساتھ سمندروں کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ ہوائی سفر کا وسیلہ پیدا کرنے کے لیے بھی تجربے ہو رہے تھے۔ نئے جزیرے دریافت کیے گئے اور "مغرب کے لیے مشرق کے استحصال کی راہیں کھل گئیں اور یورپ میں سرمایہ داری کی بنیاد پڑی اور مشینی ایجادات اور سائنسی انکشافات اور جدید علوم کا سلسلہ شروع ہو گیا"(1) تہذیبوں کا ٹکراؤ اور قوموں کا اختلاط وقوع پذیر ہوا۔ جس سے نہ صرف ان کا تاریخی تسلسل متاثر ہوا بلکہ خطوں کی جغرافیائی تقسیم میں تبدیلیاں آئیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

انسان کائنات کی تفہیم کے لیے شروع سے ہی سر گرداں ہے۔ تاریخِ انسانی ظلم و ستم، خوشحالی اور بدحالی ہر قسم کے واقعات سے بھرپور ہے۔ اقتدار کا تصور بادشاہت، سلطنتوں، راجواڑوں اور ریاستوں سے ہوتا ہوا نو آبادیاتی عہد اور جمہوری ممالک تک پہنچتا ہے۔ یہ تبدیلیاں اور تغیرات ناقابلِ فہم یا ناقابلِ جواز نہیں ہیں بلکہ زیادہ تر ان سب عوامل کے اسباب کی سمجھ ان کے وقوع پذیر ہونے کے بعد آتی ہے۔ طاقت اور محکومی کا تعلق بھی ہر دور میں قائم رہا ہے۔ جبکہ عہدِ جدید میں جمہوریت، قومی ریاست، فری مارکیٹ، ورلڈ پاور جدیدیت کے معرکہ خیز کارنامے ہیں۔

مغربی اقوام کی ترقی نے انھیں ایک خاص قسم کی برتری کے احساس میں مبتلا کر دیا تھا۔ یعنی انھیں اپنی عقل پر بہت زیادہ بھروسہ تھا۔ انہوں نے اپنے علم اور عقل کو دنیا بھر میں غلبہ قائم کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اس طرح یورپی تہذیب نے انسانی آزادی اور خود مختاری کے تصور کو اصل حالت میں قبول کرنے کی بجائے اس سے اپنی من چاہی تعبیر اخذ کی۔ انہوں نے اپنے علم، مشینوں اور سائنس کے ذریعے دنیا پر نو آبادیاتی تسلط قائم کیا۔ جیسا کہ بیکن نے کہا تھا بلاشبہ علم ایک طاقت ہے، جس کے ذریعے یورپی سامراج نے چار دانگ عالم میں اپنے جھنڈے گاڑ دیے۔ اخلاقی طور پر یورپ کا یہ کردار بہت بھیانک ہے کہ اس نے ایشیا اور افریقہ کے وسائل سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے کس طرح کے سنگین جرائم کا ارتکاب کیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے خوشحال ہندوستان کو لوٹ لوٹ کر کنگال کر دیا۔ جہاں کبھی قحط نہیں آیا تھا وہاں غربت کے اسباب پیدا کر دیے۔ افریقہ سے لاکھوں انسانوں کو جبراً غلام بنا کر دوسرے جزیروں پر جا کر فروخت کیا جاتا رہا۔ قوموں کے ثقافتی ورثہ کو شدید نقصان پہنچایا اور یورپی مرکزیت قائم کی۔ یورپ کی نو آبادیاتی تاریخ میں تہذیب، شرفِ انسانیت، خودی اور خودداری جیسے تصورات فکشن سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر مبارک علی لکھتے ہیں:

> "غلام میں مزاحمت کے تمام جذبات ختم کر دیے جائیں اور اسے محض کام کرنے کی مشین میں تبدیل کر دیا جائے مگر ان تمام کوششوں کے باوجود انسانوں میں آزادی کے جو جذبات ہیں اور ناانصافیوں کے خلاف جو مزاحمت کے جراثیم پوشیدہ ہیں وہ غلاموں میں بغاوت کی صورت میں برابر ابھرتے رہے اور غلام اپنے خلاف ہونے والے مظالم کو برابر چیلنج کرتے رہے۔"(2)

نو آبادیات کے خلاف بہت سی احتجاجی تحاریک بھی منظرِ عام پر آئیں۔ جن سے محکوموں میں آزادی کا جذبہ بیدار ہوا۔ نو آبادیات میں آزادی کی تحریکیں زور پکڑ گئیں اور کامیابی سے ہمکنار ہوئیں۔ نو آبادیات کے ظالمانہ نظام کی ٹوٹ پھوٹ ان حریت پسند، بہادر اور جری لوگوں کی بے لوث قربانیوں کا ثمر تھا۔ نو آبادیات کے خاتمے کے بعد دنیا ایک نئے دور میں داخل ہوئی جسے مابعد نو آبادیاتی دور سے موسوم کیا جاتا ہے۔ "جب نو آبادیاتی دور کا خاتمہ ہوا تو سیاسی طور پر تو ایشیا و افریقہ کے ملک آزاد ہو گئے، مگر سماجی و معاشی، سائنسی اور فکری طور پر مغرب کے زیرِ اثر اور تسلط میں ہی رہے۔ ان ملکوں میں جو حکمران طبقہ آیا یہ وہ لوگ تھے کہ جو مغرب کے تعلیم یافتہ تھے اور مغربی تہذیب سے متاثر تھے ان کے نزدیک جدیدیت کے معنی مغربی تہذیب و تمدن اور کلچر کو اختیار کرنا تھا لہٰذا آزادی کے بعد بھی نو آبادتی دور کے ادارے اور روایات باقی رہے جس طرح نو آبادیاتی دور میں انگریز حکمران مقامی روایات اور اداروں کو حقارت سے دیکھتے تھے آج بھی ہمارا طبقہ اعلیٰ انہی جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ وہ اپنی سوچ اور فکر کے اعتبار سے خود کو یورپی سمجھتا ہے اور اپنے عوام کو جاہل، وحشی اور گندا۔ ثقافتی طور پر اس کا ذہن یورپ کا سے جڑا ہوا ہے۔"(3)۔ اب ہم بیسویں صدی کی آخری دہائی میں داخل ہو چکے ہیں جس میں بہت کچھ تبدیل ہو چکا ہے۔ نسلِ جدید گذشتہ دور میں ہونے والے واقعات کا بمشکل تصور ہی کر سکتی ہے۔

نو آبادیاتی / مابعد نو آبادیاتی مطالعات:

نو آبادیاتی نظام کے اثرات ہمارے سیاسی، سماجی اور علمی نظام کے ساتھ فنونِ لطیفہ اور ادب پر بھی مرتب ہوئے ہیں۔ پروفیسر، شاعر، ادیب، فلسفی، تاریخ دان، اخباری مدیران، کالم نگار اکثر اپنی تحریروں اور لیکچرز میں کسی نہ کسی تناظر میں انگریزی نظام کے اثرات کا ذکر کرتے ہیں۔ اسی قسم کے موضوعات کے لیے مابعد نو آبادیاتی تجزیہ کی اصطلاح تجویز کی گئی ہے۔ جو کہ باقاعدہ ایک علمی موضوع ہے اس پر عالمی سطح پر مطالعات ہو رہے ہیں۔ نو آبادیاتی / مابعد نو آبادیاتی مطالعات کو اردو کے علمی مکاتب میں خاصی اہمیت دی گئی ہے۔ ڈاکٹر مبارک علی، سبطِ حسن، ناصر عباس نیّر، ڈاکٹر محمد اشرف کمال، ڈاکٹر ریاض ہمدانی،، ڈاکٹر روش ندیم،، ڈاکٹر ابوکلام قاسمی، ڈاکٹر نعیم ورک، شمس الرحمن فاروقی کے نام اہم ہیں۔ محمد پرویز اور ڈاکٹر سجاد باقر رضوی نے فرانز فینن کی فرانسیسی کتاب "Les Damnes de la terre" کے انگریزی ترجمے "The

"wretched of the Earth کا اردو ترجمہ "افتادگانِ خاک" کے عنوان سے کیا(4)اور اسی طرح ایڈورڈ ڈبلیو سعید کی کتاب Orientalism کا ترجمہ محمد عباس نے شرق شناسی کے عنوان سے کیا(5)۔مابعد نو آبادیاتی تنقید کے حوالے سے شمس الرحمان فاروقی اور ابو الکلام قاسمی کے نام نمایاں ہیں۔

کلونیل اور پوسٹ کلونیل مطالعات دراصل موجودہ تاریخ ،عالمی طاقتوں اور محیط الارضی (Globalization) کے مباحث ہیں۔کلونیل ازم کی تاریخ خونی واقعات سے بھری پڑی ہے۔کلونیل ازم کی رنگ برنگی تشریحات، جغرافیائی تقسیم اور اس کے اثرات کو مجموعی طور پر بیان کرنے کی مختلف لوگوں کی کوشش کی ہے۔ہر اسکالر نے اپنے طور پر اپنے تحقیقی میدان سے اپنی وابستگی، اپنی تحریر کرنے کی مہارت، اپنے مقام و مرتبت، اپنی منتخب مثالوں اور تناظرات کی مدد سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔میں نے نو آبادیات کے حقائق بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان حقائق کے متعلق کچھ نظریہ سازی اور کچھ تبصرہ کیا ہے۔نو آبادیاتی مطالعات ایک بہت وسیع میدان ہے اور ایک مخصوص تناظر کی مدد سے انڈیا پر طویل کولونیل راج کو سمجھنا ممکن نہیں ہے اور نہ ہی مکمل تاریخی اور جغرافیائی پھیلاؤ کو سمجھانا اس تحقیق کا مقصد ہے۔مابعد نو آبادیاتی مطالعات کی مدد سے عالمی سطح پر ماضی میں ہونے والی جغرافیائی اور سیاسی تبدیلیوں کو از سرِ نو سمجھنا ممکن ہو جاتا ہے مزید یہ اس کے اس نتائج ہمیں اس قابل بناتے ہیں کہ ہم اپنے ثقافتی تصورات، تنقید کے پیمانے اور نو آبادیاتی ڈسکورس کے ہر نکتے کو پرکھ سکیں۔نو آبادیاتی مطالعات نظریاتی(conceptual) بھی ہیں اور سیاقی(contextual) بھی ہیں اور اسی طرح یہ مقامی(Local) ہیں اور عالمی(Global)تناظرات بھی رکھتے ہیں۔استعماریت(Imperialism)اور نو آدیات کی تعریفوں اور مفاہیم میں جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ نو آبادیات کسی دوسرے خطے میں جا کر آباد کاری کرنا ہے جبکہ استعماریت سے مراد مقامی آبادی پر بیرونی قوم کا حکومت کرنا ہے۔

نو آبادیات کی وضاحت کے لئے یہ خلاصہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ لوگوں کا ایک گروہ وقتاً فوقتاً کسی نئے خطے میں جا کر آباد ہو جائے اور ایک ایسی کمیونٹی تشکیل دے جو ان کی جدی ریاست یعنی جہاں سے وہ آئے ہیں، سے بھی تعلق قائم رکھے۔یعنی وہاں سے مزید لوگ بھی آتے جاتے رہیں اور مادی وسائل کا تبادلہ بھی جاری رہے۔باہر سے آنے والے لوگ یعنی کولونائزر اگر معاشی طور پر طاقتور ہوں اور مقامی باشندے(Indigenous People) ان سے کمزور ہوں تو وہ ان کے وسائل پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔نو آبادیاتی عمل میں قبضہ، دھونس دھاندلی اور غاصبانہ کاروائیاں بھی شامل ہوتی ہیں۔

نو آبادیات کی اگر تاریخ اٹھا کر دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نو آبادکاروں اور مقامی باشندوں کا آپس میں ٹکراؤ بہت ہی پیچیدہ نوعیت میں صورت پذیر ہوا، نو آبادکاروں کو مقامی باشندوں کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور نو آبادکاروں نے بھی ان پر خوب مظالم ڈھائے، ان کے وسائل پر قبضہ کیا، انہیں قتل کرنے اور اپنا غلام بنانے میں کوئی عار محسوس نہ کی۔گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے آبادکاری سے زیادہ بربادکاری کی۔کیونکہ انہوں نے اس پر اسیس میں تجارت، سودے بازی، غبن، خانہ جنگی، قتل و غارت، غلام بنالینا اور بغاوتوں کو بھی خوب استعمال کیا۔یہ واقعات ہماری انسانی تاریخ میں جابجا ملتے ہیں۔نہ صرف تاریخ بلکہ ادب، ذاتی ریکارڈ، خطوط، تجارتی دستاویزات، اعداد و شمار اور اس قسم کی دیگر تحاریر میں۔ان کا از سرِ نو مطالعہ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ کہلاتا ہے۔

نو آبادکاروں میں دراصل اپنی طاقت کے پھیلاؤ کی شدید خواہش کارفرما ہوتی ہے جیسا کہ سولہویں صدی میں یورپ کی قدرے ترقی یافتہ اقوام نے ایشیاء، افریقہ اور امریکہ میں اپنے پر پھیلائے اور انسانی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کئے۔اس سے پہلے رومن ایمپائر نے ارمینیہ اور اٹلانٹک پر حکمرانی کی۔تیرھویں صدی عیسوی میں منگولوں نے چنگیز خان کی قیادت میں وسط ایشیا پر حملے کیے۔پندرھویں صدی تک مختلف نوابی ریاستیں قائم رہیں۔خلافتِ عثمانیہ جو ایک چھوٹی سے مسلم سلطنت تھی اب پورا ترکی کہلاتا ہے۔الغرض اسی طرح کے دوسرے تاریخی واقعات جن میں صلیبی جنگیں، سقوطِ غرناطہ اور ہندوستان میں مختلف نوابی ریاستوں کی باہر سے آنے والے افغان قبیلوں کے ساتھ جنگیں شامل ہیں۔

ہندوستان پر اہلِ یورپ نے ایک طویل عرصہ حکومت کی۔اس دوران یہاں بے پناہ تبدیلیاں ہوئیں۔ثقافتی، سماجی اور سیاسی ڈھانچوں میں بہت ردوبدل ہوئی۔انگریزوں نے یہاں سے نہ صرف منافع اور مال وہاں لے کر گئے بلکہ وہاں سے ان کا کلچر، عیسائی مشنری، طبیب اور نئے حاکم بھی آئے۔انہوں نے مختلف حکمتِ عملیوں سے یہاں کے لوگوں کو اپنا محکوم بنالیا۔منڈیوں میں تاجر تو انگریز تھے لیکن ان کے ہرکارے اور منشی مقامی ہندوستانی تھے۔اسی طرح ان کے گھریلو ملازم اور بیشتر سپاہی مقامی لوگ ہی ہوتے تھے۔الغرض ہندوستان میں یورپئین کالونیلزم نے مختلف ہتھکنڈے اور ترکیبیں استعمال میں لا کر یہاں کی عوام پر غلبہ اور ذہنوں پر تسلط قائم کیا۔انہی ظالمانہ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

پالیسیوں سے یہاں عدم استحکام بھی پیدا ہوا اور یورپ میں کیپٹلزم (سرمایہ دارانہ نظام) پروان چڑھا اور صنعتوں کو نہ صرف خام مال بلکہ ان کی مصنوعات کی کھپت کے لئے منڈیاں میسر آئیں۔

جہاں تک استعماریت کی اصطلاح کا تعلق ہے اس میں قدرے وضاحت درکار ہے کیونکہ اس کے مختلف مفاہیم بیان کیے گئے ہیں۔ کوئی اسے بادشاہت قرار دیتا ہے جس میں ایک سلطنتِ عالیہ اور محکوم رعایا کا تصور ابھرتا ہے۔ بیسویں صدی کی ابتداء میں کاتسکی، لینن اور دوسرے لکھاریوں نے استعماریت کو کچھ نئے معانی تفویض کئے۔ انہوں نے استعماریت کو کیپٹل ازم کا ایک درجہ قرار دیا۔

اس نے اپنی کتاب "In Imperialism the highest stage of Capitalism" مطبوعہ 1947ء میں یہ نکتہ پیش کیا کہ یورپ میں چونکہ صنعتی انقلاب کے بعد سرمائے کی بہتات تھی لیکن یہ رقم گھر میں انویسٹ نہیں کی جاسکتی تھی کیونکہ یہاں مزدوروں کی کمی تھی۔ جبکہ اس کے برعکس نو آبادیوں میں سرمائے کی کمی تھی لیکن مزدوروں اور انسانی وسائل کی بہتات تھی۔ لہٰذا اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اپنے ماتحت اور غیر صنعتی نو آبادیوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے۔ ساتھ ہی لینن نے اس بات کی پیش گوئی بھی کی کہ اس کی وجہ دنیا کے نسبتاً کمزور ممالک معاشی سپر پاور کے محتاج ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح عالمی طاقتوں کی رقابت سے سرمایہ دارانہ نظام کو نقصان پہنچتا ہے۔ لینن نے لکھا تھا کہ:

> "سرمایہ اب عالمی اور اجارہ دار ہو گیا ہے، مٹھی بھر بڑی طاقتوں نے دنیا کے حصے بخرے کر لیے ہیں، یورپ کی چار بڑی طاقتیں، برطانیہ، فرانس، روس اور جرمنی نے جن کی مجموعی آبادی 25-30 کروڑ ہے اور رقبہ 70 لاکھ مربع کلومیٹر ہے۔ نو آبادیات پر جن کی آبادی پچاس کروڑ ہے اور جن کا رقبہ ساڑھے چھ کروڑ مربع کلومیٹر ہے قابض ہیں۔ گویا آدھے کرۂ ارض پر۔ ان میں ایشیا کی تین ریاستوں چین، ترکی اور ایران کو بھی شامل کر لو جن کو وہ ٹھگ یعنی جاپان، روس، برطانیہ اور فرانس جو آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں تھوڑا تھوڑا کر کے ہضم کر رہے ہیں۔"(6)

لینن کے نکتہ نظر کے مطابق یہ استعماریت اور نو آبادیات میں فرق ہے۔

تاریخ کے مختلف ادوار میں نو آبادیات کے ظلم و استحصال کی اپنی اپنی شکلیں رہی ہیں۔ موجودہ دور یعنی عالمگیریت، صنعت اور سیاست کے جمہوری نظام میں استحصال کے پرانے طریقوں مثلاً قومی، مذہبی یا فلسفیانہ جواز قائم کر کے حملہ اور قبضہ کرنے کا رواج نہیں رہا۔ اس تناظر میں دیکھا جائے معلوم ہوتا ہے کہ جب دورِ حاضر میں نو آبادیاتی نظام اپنی پرانی شکل میں کارگر نہیں ہو سکتا بلکہ ملکی مفاد کے لئے کئی اقسام کی حکمت عملیوں (Diplomacies) کو بروئے کار لا کر نسبتاً کمزور ممالک کو استعمال کیا جاتا ہے تو ایک نئی صورتحال سامنے آتی ہے جس Neo Colonialism اور Neo Imperialism کا نام دیا جاتا ہے۔

نو آبادیات اور استعماریت کی وضاحت کے بعد مابعد نو آبادیات کی اصطلاح کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ مابعد نو آبادیات کی اصطلاح دراصل "مابعد جدیدیت" کی طرز پر رکھی گئی ہے۔ مابعد نو آبادیات ہمارے تاریخی ورثہ کا علمی مطالعہ ہے جس میں اس بات پر توجہ دی جاتی ہے کہ نو آباد اور استعمار کاروں نے خطے کے مقامی لوگوں کا استحصال کر کے کیا انسانی اور تاریخی اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر ناصر عباس نیئر لکھتے ہیں:

> "نو آبادیات کی روح کو سمجھنے کے بعد ہی ہم اس کے مابعد اثرات کی نوعیت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگا سکتے ہیں۔ واقعے اور اس کے اثرات کو خلط ملط کرنے کا ایک سبب وہ تاریخی نسیان بھی ہے، سابق نو آبادیاتی ممالک جس کا عام طور پر شکار رہے ہیں۔ نو آبادیاتی عہد میں محکوم ملکوں کی تاریخ کو مسخ کرنے کے لیے آئیڈیالوجیکل طریقے اختیار کیے گئے، مگر ان کا اثر وہی ہوا جو نفسی تشدد کے نتیجے میں کسی شخص کے حافظے پر ہوتا ہے اور وہ واقعات کو الگ الگ کر کے دیکھنے کی صلاحیت کو کھو

بیٹھتا ہے۔ اکثر سابق نو آبادیاتی اور موجودہ آزاد ممالک میں اپنی تاریخ کے ادوار کو الگ الگ نہ کرنے، مابعد نو آبادیات کو نو آبادیات قرار دینے کی جس روش کا مظاہرہ ہوتا ہے، وہ تاریخی نسیان ہی ہے۔"(7)

مابعد نو آبادیات سے عام طور پر یہ مراد لیا جاتا ہے کہ نو آبادیات کے عہد کے ختم ہونے کے بعد شروع ہونے دور، جیسا کہ "مابعد" کا مفہوم ہے۔ تاہم یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نو آبادیوں کے ختم (Decolonization) ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نو آبادیاتی دور میں ہونے والی تمام ناانصافیوں کے اثرات بھی ختم ہو گئے اور مقامی باشندوں نے خود کو دوبارہ اپنے تہذیبی دھارے سے جوڑ لیا ہے۔ ایسا ملک بیک وقت پوسٹ کلونیل اور نیو کلونیل ہو سکتا ہے جب تک وہ اتنا خود مختار نہیں ہو جاتا کہ استعمار کے اثرات سے مکمل طور پر آزاد ہو جائے۔ دراصل یہ سوالات استعمار سے ہزاروں قربانیوں کے بعد حاصل ہونے والی آزادی کی تضحیک نہیں ہیں۔ ہم تو اس آزادی کی دل و جان سے قدر کرتے ہیں اور نو آبادیات کے خاتمے (Decolonization) کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ دراصل یہ معاملات ابھی ہمارے ملک کی بین الاقوامی سطح پر فرسٹ ورلڈ نیشن اور تھرڈ ورلڈ نیشن کے تفاوت میں اپنی حیثیت کا تعین کرتے ہیں۔ یہ عیاں حقیقت ہے کہ ہمارے معاشی، ثقافتی اور سیاسی معاملات میں اب بھی مداخلت کی جاتی ہے۔ نئے زمانے کا نیا نو آبادیاتی نظام اب سیدھے سر پر جا کر حکومت کرنے کا نظام نہیں ہے بلکہ اب دور بیٹھ کر بھی کسی ملک کی سیاسی بساط پر اپنی مرضی سے مہرے چلائے جا سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ موضوع پوسٹ کلونیل ازم یعنی " مابعد نو آبادیات " نہایت اہمیت کا حامل ہے اور قابلِ بحث بن چکا ہے۔

تنقیدی نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو لفظ "مابعد نو آبادیات " کو کسی ایک مخصوص زمانی مفہوم میں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ برصغیر میں مابعد نو آبادیات کا دور سن 1947ء کے فوری بعد سے تو شروع نہیں ہوتا بلکہ اس کے پیچھے پانچ چھ دہائیوں کا باقاعدہ سفر شامل ہے۔ سوال یہ ہے کہ اصل مابعد نو آبادیاتی دور کب سے شروع ہوا اور یہ سچ ہے کہ نو آبادکاروں کو مزاحمت کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ یہ مزاحمت کئی طرح کی تھی اور دونوں طبقوں (اشرافیہ اور عوام) نے اپنے اپنے انداز میں اس کی مخالفت کی۔ کچھ نے اس کو رد کرنے کی بھرپور کوشش کی اور کچھ نے قبول کرنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ اگر یہ بات کہی جائے کہ نو آبادیات کے ساتھ ہی مابعد نو آبادیات کے دور کا آغاز بھی ہوتا ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ نو آبادیت اور شہنشاہیت کے سماجی پہلو کا مطالعہ اتنا ہی قدیم ہے جتنی ان نظامِ حکومت کے خلاف جدوجہد۔ کیونکہ مابعد نو آبادیات صرف حکومت بدلنے کا نام نہیں ہے۔ موجودہ دور میں ایک ملک کو کسی دوسرے ملک پر جا کر مکمل طور پر قبضہ کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن طاقتور ملک کمزور ملک کے معاشی، ثقافتی اور سیاسی معاملات میں مداخلت کرتا ہے۔

مابعد نو آبادیات کو نو آبادیاتی عہد کے خاتمے کے بعد کے دور کی بجائے نو آبادیاتی دور میں ہی اس کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں، مزاحمت اور جدوجہد سے تعبیر کر کے سمجھنا زیادہ بہتر ہے۔ گویا ہم نو آبادیات کو مقدم اور مابعد نو آبادیات کو مؤخر کر کے دیکھنے کی بجائے اس کو ایک ساتھ دیکھنا چاہیے۔ یہ طرزِ تحقیق نسبتاً آسان اور مناسب ہے۔ یہ پسِ ساختیاتی مفکرین کی سوچ کے زیادہ قریب ہے جو اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ تاریخ کی ایک کے بعد ایک جہت نہیں ہوتی بلکہ کئی جہتیں ہوتی ہیں جن کو ایک ساتھ لے کر چلنا ضروری ہوتا ہے۔ اگرچہ مابعد نو آبادیات کو مکمل طور پر مزاحمت قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ مقامی لوگوں کی طرف سے مزاحمت اور آزادی کی تحریکوں کو مابعد نو آبادیاتی کہا جائے تو زمانے اور جگہ کا تصور دھندلا جاتا ہے۔

اردو میں مابعد نو آبادیات تاریخ، ثقافت اور ادب کے لیے ایک تنقیدی تھیوری کا نام بھی ہے۔ جس کا مقصد یورپی استعمار کے ڈسکورس کو سمجھنا ہے۔ اصطلاح " مابعد نو آبادیات " جیسا کہ اوپر درج ہے "مابعد جدیدیت " کی طرز پر بنائی گئی ہے۔ مابعد جدیدیت اور مابعد نو آبادیات کے کئی تصورات اور طریق کار مشترک ہیں۔ جس طرح مابعد جدیدیت کو جدیدیت کا ردِ عمل (Reaction) سمجھا جاتا ہے اسی طرح ہم مابعد نو آبادیات کو بھی نو آبادیات کے ردِ عمل کے طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ مابعد نو آبادیات سے عمومایہ مفہوم مراد لیا جاتا ہے کہ نو آبادیات کے بعد میں آنے والا نظام۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اگر ہم نو آبادیات کو ایک گورنمنٹ قائم کرنے یا اپنی طاقت کو فروغ دینے کا نظام یا ایک آئیڈیالوجی سمجھتے ہیں تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مابعد نو آبادیات اس کے ختم ہونے کے بعد نیا نظام یا آئیڈیالوجی ہے۔

مابعد نو آبادیات کو نو آبادیات کے نظام کے خلاف ردِ عمل کے طور پر بھی دیکھا جانا چاہیے۔ بجائے اس کہ اسے بعد میں آنے والا عہد یا نظام قرار دے دیا جائے۔ پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کے بعد برصغیر کی سیاسی، سماجی، معاشرتی اور معاشی زندگی میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں، ان عالمی جنگوں نے جہاں سامراج کو کمزور کیا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

وہاں برصغیر میں پیدا ہونے والے نئے سیاسی و سماجی شعور کی راہیں ہموار کیں۔ بیسویں صدی دراصل تبدیلیوں کی صدی ہے اور ان تبدیلیوں کے اثرات انگریز سامراج نے بخوبی محسوس کیے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوا کہ اب اس کا برصغیر میں کیا مستقبل ہے اسی سوچ کے پیشِ نظر اس نے اپنی پالیسیوں پر از سرِ نو غور کیا اور خود کو زمانے کے بدلتے ہوئے حالات میں ڈھالنے کی شعوری کوشش کی جس کے نتیجے میں برصغیر میں آزادی کی راہیں کھلنا شروع ہوئیں تاہم انگریز سامراج کو یہ فکر بھی لاحق تھی کہ وہ اس خطے پر اپنے اثر و رسوخ کو کس طریقے سے قائم رکھ سکتا ہے، لہٰذا اس کے لیے یہی اہم جواز سامنے آیا کہ وہ اس خطے کو اپنی نئی پالیسیوں کے زریعے کنٹرول کرے اور اس عمل کے لیے اسے نئے نظام کو تشکیل دینے کی ضرورت پیش آئی۔ ڈاکٹر محمد آصف لکھتے ہیں:

> "دوسری جنگِ عظیم کے ختم ہوتے ہی اتحادی طاقتوں نے امریکہ کی سربراہی میں بین الاقوامی معاشی نظام کو تسلیم کیا اس کے نتیجے میں ورلڈ بینک (World Bank) اور آئی ایم ایف (I.M.F) جیسے اداروں کی تشکیل ہوئی۔ چند سالوں کے اندر اندر آزاد دنیا کی معیشت کے گرد سیاسی و فوجی حصار باندھا گیا۔ کمیونزم کے خلاف سرد جنگ شروع ہوئی۔ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد امریکہ ایک قطبی طاقت بن کر سامنے آیا جس کا اتحادی یورپ تھا۔ اس طرح یہ نیا امپریلزم یا نیا نو آبادیاتی نظام (Neo Colonialism) وجود میں آیا"(8)

"مابعد نو آبادیات" یا کسی بھی علمی میدان کی تعریف و تخصیص کرنے والے ایک نکتہ پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ متنوع جہات کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ ایک مخصوص نکتہ پر دلالت اس علمی میدان کو محدود کرنے کا باعث بنتی ہے۔

آسان سطح پر مابعد نو آبادیاتی مطالعات کا مقصد یہ ہے کہ نو آبادیاتی عہد کا مطالعہ کالونائزڈ کی نظر سے کیا جانا چاہیے وہ اس لئے کہ مستشرقین غیر اعتماد ہے ممکن ہے انہوں نے مشرق کا مطالعہ اپنی اغراض کے لئے کیا ہو۔ گہرائی میں جا کر دیکھیں تو مابعد نو آبادیات استعمار کی سیاسی، سماجی، علمی اور ثقافتی اجارہ داری کے نتیجے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں اور ان کے اثرات کا مطالعہ ہے۔ جس کے ذیلی موضوعاتِ تحقیق میں ادب کا مابعد نو آبادیاتی مطالعہ بھی شامل ہے۔ یعنی ادب پر پڑنے والے نو آبادیاتی اثرات کا مطالعہ ۔ کسی ادیب کے ہاں اگر ان اثرات کے کے ردِ عمل میں مزاحمت بھی مابعد نو آبادیاتی مطالعے کی حدود میں شامل ہے۔ ادب کے اس نوعیت کے مطالعہ کا کاروبار (خاص معنوں میں) اُن ادبی متون کے ساتھ ہوتا ہے جو استعمار زدگان نے لکھا ہو، ان کے بارے میں مستشرقین نے لکھا ہو یا پھر استعماریت کے موضوعات پر لکھا گیا ہو۔ نو آبادیات کے ابتدائی مراحل میں اجارہ داری بندوق، بارود اور سیاسی پالیسیوں سے کی جاتی ہے بعد میں یہ اجارہ داری ثقافتی متون اور اقدار کو تبدیل کر کے قائم کی جاتی ہے جس کے اثرات بہت دور تک چلتے ہیں۔ مابعد نو آبادیات، نو آبادیات سے چھٹکارہ دلانے والی کسی آئیڈیالوجی کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایسے دانشوروں کی آواز ہے جو سابق کالونیاں بنانے والوں کے طور طریقوں اور مغربی اجارہ داری کے خلاف اٹھی ہے۔

مابعد نو آبادیاتی مطالعہ کاروں کا مقصد یہ ہے کہ ایسے دانشورانہ نتائج اخذ کیے جائیں جو کہ مقامی لوگوں کے مافی الضمیر سے مطابقت رکھتے ہوں جن کی مدد سے وہ اپنے ثقافتی، لسانی اور معاشی نظریات کی تشکیلِ نو کر سکیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر روش ندیم لکھتے ہیں:

> "نو آبادیات کی طویل تاریخ اور اس کے ہمہ گیر اثرات کے باعث نو آبادیاتی اور مابعد نو آبادیاتی مطالعات و تجزیات اور شعور اسی لئے اہمیت اختیار کرتے چلے جا رہی ہیں۔ اس ضمن میں ضروری ہے کہ بحیثیت پاکستانی وادی سندھ کی تاریخ کا نو آبادیات کے حوالے سے تجزیہ کیا جائے تاکہ تاریخ و سماجی شعور کو اجتماعی سطح پر بلند تر کرتے ہوئے ان تمام مغالطوں سے جان چھڑائی جا سکے جو کہ مختلف نو آبادیاتی ادوار کے دوران سیاسی مفادات کے زیرِ اثر پروان چڑھائے گئے جو آج ہمارے عقائد اور اجتماعی شعور کا حصہ بن کر تنگ نظری و انتہا پسندی کا باعث بن رہے ہیں"(9)

مابعد نو آبادیاتی تنقید:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

ادب کے مابعد نو آبادیاتی مطالعات سے مراد مغربی سامراج کے پنجے سے آزاد ہونے والے ممالک کے ادب پر سیر حاصل بحث ہے، یعنی ان کے ادب میں نو آبادیاتی ڈسکورس کا مطالعہ مقصود ہوتا ہے جس میں نو آبادکاروں کی طرف سے عائد کردہ پابندی اظہار کے موضوعات اور ان کی پالیسیوں کے نتیجے میں ہونے والی تقسیم کے ساتھ ساتھ مقامی لوگوں کی طرف سے مزاحمت، آزادی کی جدوجہد اور محکوم طبقہ کی شناخت کے مسائل، ان کی ثقافت پر بیرونی اثرات کا مطالعہ شامل ہے۔ سید امتیاز احمد اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "1970ء کی دہائی میں مابعد نو آبادیاتی تنقید سامنے آئی۔ اس نے ایک کام یہ کیا کہ " دولتِ مشترکہ کا ادب " جیسی نا معقول فکری درجہ بندی کو پس منظر میں دھکیل دیا۔ مابعد نو آبادیاتی تنقید کی پہچان لامرکزیت اور عدم تعین جیسے مسائل ہیں جو بصورت دیگر فلسفیانہ طور پر پسِ ساختیات اور خصوصاً ردِ تشکیل کے ساتھ وابستہ کیے جاتے ہیں "۔(10)

ادب کے واسطے سے نو آبادیاتی دور اور نو آبادیاتی دور کے واسطے سے ادب کے مطالعے نے بہت سی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ زماں و مکاں کو دیکھنے کا ایک نیا زاویہ فراہم کیا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے سماجی تجزیہ کاروں اور علمی محققین کو سوچنے اور سمجھنے کے لیے خاصہ مواد فراہم کیا ہے۔ موجودہ دور میں جہاں نقل در نقل کا کلیہ استعمال کیا جارہا ہے، نو آبادیاتی نکتہ نظر سے تحاریر کو دیکھنے سے نئے اور تازہ موضوعات کی بدولت تنقیدی افق کو وسعت ملی ہے۔ ناقدین ادب پارے میں صرف نو آبادیاتی ڈسکورس کی جہتیں ہی تلاش نہیں کرتے بلکہ اس ادب پارے کے تاریخی تناظر کا بھی اندازہ لگانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ کس وقت اور کس ماحول میں، کس نوعیت کے قارئین کو ذہن میں رکھ کر نظم و نثر تخلیق کی گئی۔ ادب میں پیش کردہ موضوعات سے کرداروں کی شناخت کے تعین اور سماجی قدروں کی مدد سے یہ تاثر کھل کر سامنے آتا ہے کہ حکومت کا نظام کس نوعیت کا ہے کلونیل یا پھر آمرانہ صورتحال کا شکار ہے۔ فکشن میں ایسے واقعات کا شمول جہاں افراد کی زندگیاں سامراج کی چیرہ دستیوں سے متاثر ہوئی ہوں اس امر کا بیان ہے کہ ہندوستان کے لوگوں کی زندگیوں پر ایسی پالیسیوں کے اثرات ہیں جو سات سمندر پار کر کے دور ایوانوں میں بیٹھے انگریزوں نے بنائی تھیں۔ ہمارا فکشن ایسے کرداروں سے بھرپور ہے جو انگریزوں کے معاون یا سہولت کار رہے ہیں یا ان بہادر لوگوں کے کارناموں سے جو ہندوستان کی آزادی کے قربانیوں کی صورت میں پیش کیے گئے۔ مثال کے طور "ابن الوقت" کے کردار نو آبادیاتی فکر کی سطحیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ "توبۃ النصوح" میں کلیم اور نصوح کے کردار مشرق اور مغربی خیالات کا تصادم ظاہر کرتے ہیں۔ مرزا ہادی رسوا کے کردار عابد حسین (شریف زادہ) کے زریعے اس دیسی طبقے کی نمائندگی کی گئی ہے جو اپنی تہذیب کو ناپسند اور ہر انگریزی شے یا عمل کو اپنے لیے رول ماڈل تصور کرتے تھے۔ اس کے برعکس اردو ادب میں حب الوطن اور مزاحمتی کردار بھی موجود ہیں جنہوں نے اپنے اپنے انداز میں مشرقی اقدار کی نمائندگی کی۔ اس طرح کے واقعات کی ادبی پیشکش سے نو آبادیات کا علامتی تصور ایک سیاہ بھوت کی طرح ابھرتا ہے جو ہندوستان کے سر پر بادل کی طرح منڈلاتا رہا تھا اور آزادی کے متوالوں نے اس بھوت کو دور بھگادیا۔

جہاں نو آبادیات کے حوالے سے ادبی اور ثقافتی مطالعات نے بہت سی نئی فکری راہیں ہموار کی ہیں وہاں خالص مادی نکتہ نظر سے تاریخ کے تنقیدی عمل کے لیے مسائل بھی پیدا کیے ہیں۔ یہ خیال بیک وقت مددگار اور گمراہ کن ہو سکتا ہے کہ تاریخی عمل اور واقعات کو ادب میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔ کچھ ناقدین کا کہنا ہے کہ نو آبادیاتی فکشن یا شاعری میں پیش کردہ موضوعات اور اقدار کا تجزیہ تاریخی عمل پر کس حد تک منطبق ہو سکتا ہے، آیا کہ یہ تاریخی واقعات کے عام بیان کی طرح ہی ہے یا اس سے اپنے لیے فائدہ مند نتائج بھی اخذ کیے جاسکتے ہیں، جیسا کہ ایڈورڈ سعید کے مطابق شرق شناسوں نے ہندوستانی متون کے مطالعات سے اپنے لیے نتائج اخذ کیے تھے۔ ادب کی بہت ساری تنقیدات میں سیاسی ڈسکورس کے تعلق سے ادب کا جائزہ لیا گیا ہے بس اس میں نو آبادیات یا مابعد نو آبادیات کی اصطلاحات کا استعمال نہیں کیا گیا، لیکن اس تنقید کے بنیادی مضمرات وہی ہیں جو اوپر بیان کیے گئے ہیں۔ ہمارے کلاسیکی اردو ادب کا ایک بڑا ناسٹلجیا نو آبادیاتی دور سے متعلق ہے۔

اس نوعیت کی تنقید سے پہلے وہ تحریریں اہم ہیں جن میں نو آبادیات کے استحصالی اثرات کی مذمت کی گئی یا نو آبادیات کو رد و قبول کے مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ اس ضمن میں احمد سہیل لکھتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

"پسِ نو آبادیاتی تنقید میں یقیناً مشرق اور مغرب کے امتیازات، تعصبات، تشدد، سفاکی کی عمیق آگہی موجود تھی۔ اس میں ماضی کے ستم، انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال کا ادراک اس قدر حاوی تھا کہ اپنی مقامی شناخت کی تلاش میں پسماندہ ، ترقی پذیر اور تیسری دنیا کا ادب بھٹک گیا اور ان اقدار کو تلاش کرنے لگا جو مغرب کی اقدار اور روایات کی دین تھیں۔"(11)

1857ء کے بعد ہندوستان کا معاشرہ باطنی طور پر بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا تھا، سیاسی اور معاشی بدحالی نے معاشرے کو جس مقام پر لا کھڑا کیا وہاں بہت سے تخلیقی اذہان بھی متاثر ہوئے۔ نو آبادیاتی نظام سے چھٹکارہ پانے کی جانے والی کوششیں الٹا ان کے اپنے ہی گلے پڑ گئیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ ہوا اور ہندوستان تاجِ برطانیہ کے کنٹرول میں چلا گیا۔ نئے آنے والے اقتدار کی ترجیحات عوام کی ترجیحات سے مختلف تھیں۔ بیسویں صدی کے آغاز تک مسلمانوں کی حالت میں کچھ بہتری آنے لگی تھی، انگریزی تعلیم اور بدلتے زمانے کی چکاچوند روشنی نے بہت سے ہندوستانیوں کی آنکھیں کھول دیں اور بہت سوں کی چندھیادی تھیں۔ بہت سے لوگوں نے اس میں عافیت جانی کے بدلتے نظام کے ساتھ خود کو بدلا جائے، کچھ نے اس نظام کا حصہ بننے کے لیے اس کو خوش آمدید کہا اور ہندوستانی معاشرہ ایک نئے دور میں داخل ہوا جس میں نیم جاگیر دارانہ نظام، سیاست، قانون، صحافت، نئے سرمایہ دارانہ نظام، شوبزنس جیسے سماجی اداروں کے ساتھ دو الگ قوموں کا شعور اجاگر ہوا۔ اکبر الہٰ آبادی ایک ایسے شاعر ہیں جنہوں نے ہندوستان کے فروغ حاصل کرتے اینگلو انڈین کلچر کے باطن میں پوشیدہ نو آبادیاتی رویوں کا سراغ لگایا۔ انہوں نے ہندوستان کی روایت، تاریخ اور سیاسی سباق میں اس بات کا شدت سے احساس دلایا کہ اس کڑے وقت میں قوم پرست مسلمان بہ نسبت زیادہ اذیت کی شکار ہیں۔ اکثر مقامی سیاسی دانشور اپنی آزادی کی جدوجہد میں بھی نو آبادیاتی ذہنیت کا اظہار کر رہے ہیں کیونکہ اب انہیں انگریزی قوم کی ذہنیت کا اندازہ پہلے سے زیادہ بہتر ہو چلا تھا یعنی انہیں اپنے حاکموں کی ترجیحات کا علم ہونے لگا تھا تو انہوں نے اپنے مفادات و اغراض کے مطابق ردِ عمل ظاہر کیا۔ جیسا کہ ہمیشہ زمانے میں غالب ثقافت کو خاص اثر حاصل رہا ہے، اس لیے نو آبادیاتی صورتحال میں ایک طبقہ انگریزوں کا معاون بننے کی طرف مائل ہوا جس میں ہندو بکثرت تھے اور زیادہ تر مسلمانوں نے انگریزوں کی مخالفت یا نو آبادیاتی نظام کے خلاف مزاحمت کا علم بلند کیا۔ اینگلو انڈین معاشرہ میں چونکہ انگریزی طور طریقے طاقت کے ذریعے اپنی اثر پذیری دکھا رہے تھے لہٰذا انہیں غالب ثقافت کا درجہ مل گیا تھا لہٰذا اس کے اثرات ہندو اور مسلمانوں دونوں پر پڑ رہے تھے۔

ہندوستان کے اس نو آبادیاتی ماحول میں ادب کا فکری دھارا بھی متاثر ہوا اور نئے حکمرانوں کے تابع ہوا۔ انگریزی طرز کی ادبیات کا ایک معیار قائم ہوا جس میں زبان، اصناف اور موضوعات کا نیا فکری مواد داخل ہوا۔ قدیم ہندی ادب میں نظم و نثر کی طویل روایت موجود تھی تاہم غزل، مثنوی، حکایات اور داستان کو بہت زیادہ قبولیت حاصل تھی۔ جدید نثر جس میں ناول، افسانہ، انشاپردازی، خاکہ وغیرہ کا اس دور میں کوئی نام نہ تھا۔ مغربی تقلید کو ترقی پسند سمجھنے کا ایک فکری مغالطہ عام تھا جو کہ اب بھی ہے اس دور میں اکثر ترقی پسند اذہان نے اس جانب رجوع کیا کہ انگریزی ادب کو پڑھا اور سمجھا جائے اور اس طرز کا ادب تخلیق کیا جائے۔ انگریزی ادب کی جدید اصناف اردو میں بھی داخل ہوئیں اور اردو زبان جو کہ وسعتِ خیال و اظہار کی زبان ہے، اردو فکشن کی ایک نئی دنیا تخلیق کی۔ اس صورتحال میں قصیدہ، مرثیہ، مثنوی اور داستان کا زوال تو ضرور آیا تاہم دیگر کئی اصناف نے مقبولیت حاصل کی جو کہ اب اردو کا باقاعدہ حصہ مانی جاتی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بدلتے زمانے اور عہد کے ساتھ سیاسی اور سماجی اقدار، رسمیات اور ادبیات کی شکلیں ابھرتی رہتی ہیں۔

ہندوستان جو کہ ایک وسیع خطہ تھا اور جس کی بہت سی ریاستیں تھیں اور بہت سی تہذیبوں کا مرکز رہ چکا تھا، معاشرہ در معاشرہ والی فضا تھی اور وسیع المشربی کی فضا تھی وہاں انگریزوں کی آمد سے طرح طرح کی کہانیاں سامنے آئیں۔ ذہنی اعتبار ایک چیز جو سب میں یکساں تھی وہ روایت پسندی کا فکری رویہ تھا۔ بہت سے لوگ اپنی زندگیوں کو خالص دیہاتی طرز پر جیتے تھے انہیں سرمایہ داری اور جبر و استحصال کی اس نئی صورتحال کا بالکل بھی اندازہ نہ تھا ان علاقوں کے نوابین کو صورتحال کا کچھ کچھ اندازہ تھا۔ جبکہ شہری آبادیوں میں رہنے والے لوگ حالات کی سنگینی کا اندازہ زیادہ بہتر طور پر رکھتے تھے۔ انہیں صحافت، عدالت اور نئے تعلیمی نظام کا حصہ بننا آ گیا تھا۔ ہندو اکثریت نے تو بلا جھجک انگریزوں کی حاکمیت کو قبول کر لیا تھا اور اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کی نسبت زیادہ سرکاری ملازمتیں حاصل کر لی تھیں اور انگریز خود بھی مسلمانوں سے مخاصمت کے جذبات رکھتے تھے لہٰذا ایسے حالات میں مسلمانوں کے سیاسی و سماجی حقوق کو ہندوؤں سے خطرہ تھا اور انہیں انگریزوں کے سامنے اپنی حیثیت منوانا دردکار تھی۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

نو آبادیاتی تمدن ہندوستان کے لیے ایک تلخ تجربہ رہا، اس دوران وہ حالات پیدا ہوئے کہ اگر ان کی تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے تو اس میں ہندوستان کا ہر گھر متاثر نظر آتا ہے، نو آبادیاتی دور میں لکھے گئے ہمارے اردو ناولوں کے کردار اس دور کے حقیقی کردار ہیں جو کہ مسلم لیگی یا کانگریسی منشور کے ہم خیال ہونے پر خاندان کے بزرگوں سے مار کھاتے ہیں، یا پھر انگریزی فوج کا حصہ بن کر انجان زمینوں میں جا کر اجنبی دشمن سے جنگ میں مارے جاتے ہیں۔ ہندستان کے گاؤں اور شہروں میں آزادی کے نام نعرے گونجے ہوں گے اور قتل و غارت کی گئی ہو گی۔ یہ ضروری نہیں کہ نو آبادیاتی تناظر میں لکھا گیا ہر قسم کا ادب حقیقت پر مبنی ہے، بعض واقعات اور کردار ایسے بھی ہیں جن کا معاشرے سے کوئی حقیقی تعلق نہیں تھا تاہم ان کے ذریعے مستقبل میں ہونے والے کسی معاملے کی گرہ کشائی کی گئی ہے۔ دراصل سوچنے کے مختلف زاویے مختلف نوعیت کا ادب فراہم کرتے ہیں، جدت پسند تخلیق کار اپنے ہاں ایسے مضامین کو اہمیت دیتا ہے جو کہ خوش آئند ہوں اس چکر میں بعض اوقات وہ ماضی کی تلخ حقیقتوں کو اپنے نا سٹلجیا سے حذف بھی کر دیتا ہے۔

ادیب اپنے ادب میں سے نو آبادیاتی ماحول صرف منعکس ہی نہیں کرتا بلکہ زبان کے توسط سے ایک امیجری تخلیق کرتا ہے جس میں درد، لیبر، مزاحمت، جبر، استحصال، محکومیت، غلامی، سیاسی تسلط، سامراجی دباؤ، بھوک، افلاس، معاشی بدحالی اور مذہبی تعصب کے مناظر دکھائی دیتے ہیں یا پھر ادب اور سیاست کا تعلق آشکار ہوتا ہے۔ یہ مناظر ہندوستان کی تناظر میں صرف تخلیقی ناول یا ڈرامے یا پھر طنزیہ شاعری نہیں ہیں بلکہ یہ مقامی باشندوں کی شناخت، جنسیت اور ان کی ثقافت کے تانے بانے پر مبنی حقیقتیں ہیں۔ اردو میں بہت سی اصناف کو اختیار کرنے کا عمل تقلیدی تھا۔

گویا مابعد نو آبادیاتی تنقید ایک سوشیو پولیٹیکل (Socio-political) تھیوری کا درجہ رکھتی ہے۔ جس کا دامن نئی دنیا کے آرڈر سے موضوعات سے بھرپور ہے کیونکہ اس میں بدلتی ہوئی ادبی اور فکری صورتحال کا تجزیہ سابق کالونیز کی سیاسی تاریخ سے تعلق سے کیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں کچھ ناقدین نے اس صورتحال کو واضح کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے کہ سابق کالونیز کے دانشور اور ادیب کس قسم کے دباؤ کا شکار رہے ہیں، جیسا کہ ڈپٹی نذیر احمد کے ناولوں کے کرداروں کے بارے میں ڈاکٹر ریاض ہمدانی کا خیال ہے:

> "ڈپٹی نذیر احمد نے سیاسی اور ذہنی اعتبار سے اپنے ناولوں میں متوسط طبقے کو اس بات پر آمادہ اور تیار کرنے کی کوشش کی ہے کہ نو آبادیاتی صورتحال میں خود کو ڈھال لو اور پر امن ماحول بناؤ تا کہ انگریزوں کے معاون کار طبقے کے لیے خوشحالی کی راہیں آسان ہوں"(12)

اگرچہ مابعد نو آبادیاتی تنقید متن کی بحثوں والی تنقید سے قدرے مختلف ہے جس میں تشبیہات و استعارات، صنائع بدائع، الفاظ کی اصوات اور معانی وغیرہ پر بحثیں ہوتی ہیں بلکہ یہ ایک شعوری طور پر سماج کی تاریخی اور سیاسی جہات پر نگاہ کرتی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سید محمد عقیل رقم طراز ہیں:

> پوسٹ کلونیل مطالعے نے تنقید میں خاص طور پر، نئے مطالعات اور تفہیم کے نئے آفاق پیدا کیے ہیں۔ تمام پوسٹ کلونیل مطالعوں میں ادب، تاریخ، سیاست، سوشیالوجی، طبقاتی سطحیں اور ان سے بنتی ہوئی ادبی تفہیم اور اپنے موجودہ دور کی اظہاریت، تقریباً جزو لازم (Must) کا درجہ رکھتے ہیں۔ جن میں عام قومی اور طبقاتی نفسیات اور بدلتی قدریں بھی شامل ہو چکی ہیں۔ پوسٹ کلونیل تھیوری میں تنقید صرف روایتی صورتوں سے محاسبے کا اقدام نہیں کرتی۔ اس میں تخلیق اور تجسیم اب نئے مسئلوں کو لے کر نئی صورتوں سے ہوتی ہے۔"(13)

مابعد نو آبادیات پر لکھنے والا محقق جب یہ کہتا ہے کہ برطانوی نو آبادکاروں نے ہندوستان کے تہذیبی تسلسل کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں کی کی اپنی ایک تہذیبی شناخت ہے اور مسلمانوں کی اس پہچان میں برصغیر کی ثقافتی اور تمدنی روایات کے علاوہ اسلام کی وہ آفاقی قدریں بھی ہیں جو ان کی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

انفرادی شناخت کا باعث بنتی ہیں۔ ہر چند کہ انگریزوں نے برصغیر میں ایک ایسا طبقہ پیدا کیا جو مغربی تہذیب کا دلدادہ تھا تاہم انگریزی اور سائنسی تعلیم کے حامی ہونے کے باوجود سر سید احمد خان جیسے راہنماؤں نے بھی مسلمانوں کی الگ پہچان کو برقرار رکھنے پر زور دیا۔

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ برطانوی نو آبادیات کا باب کئی پہلو رکھتا ہے۔ غیر متعصب ہو کر یہ بات مان بھی لیں کہ انگریزوں کی آمد ہندوستان کی تقدیر کا ایک پلٹ تھا تو یہ بات بڑی حد تک قرینِ قیاس ہے کہ نو آبادیات نے ہندوستانی معاشرے میں بہت سے جدید رجحانات کو پروان چڑھنے میں مدد دی مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہندوستانی معاشرے نے نو آبادیاتی سفر میں بہت کچھ قربان کیا۔ نئے رجحانات کو قبول کرتے ہوئے اپنی فکری اساس اور تہذیبی تشخص سے چشم پوشی اختیار کی جن کی حیثیت محض عمرانی نہیں بلکہ مذہبی بھی ہے۔ اس سے انھیں نظریاتی تبدیلیوں یا سیاسی انقلابوں کے ساتھ نہیں بدلا جا سکتا۔

نو آبادیاتی عہد میں عائد کردہ جبر کی پالیسیوں سے مقامی افراد نے استعمار کاروں کے غیر عقلی تقاضوں سے سے مجبور ہو کر اپنی ثقافتی سرگرمیوں اور اخلاقی قدروں سے دستبرداری اختیار کی۔ یہ تبدیلی فطری یا حیاتیاتی نہیں بلکہ جبری تبدیلی ہے۔ نو آبادیاتی ڈسکورس میں انسانی مساوات، اخلاقیات اور انسانیت کے معانی ہی الگ تھے، ان الفاظ سے وابستہ سابقہ مفاہیم کو رد کرنا ان کے لیے لازمی تھا۔

مغربی تعلیم نے ہندوستان کے تمام قدیم مروج علوم کو غیر عقلی اور غیر سائنٹفک ٹھہرانے کی کوشش کی اور اپنے علوم کو ہی درست قرار دیا۔ جب کوئی علم عملی طور پر قابلِ مصرف نہ ہو تو اس کو اضافی سمجھ کر ایک طرف کر دیا جاتا ہے۔

برطانوی نو آبادکاروں اور مکمل ہندوستان پر تادیر حکومت کرنے کو اپنے اوپر لازم تصور کر لیا تھا اگرچہ یہ ان کا فریبِ نظر ہی تھا لیکن ان کو حکومت قائم رکھنے کے لیے ضروری تھا۔ انھوں نے ہندوستان میں معاشی اور سیاسی اجارہ داری میں تخصیص حاصل کی انہیں ہندوستانیوں کی جذباتی اور روحانی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

مابعد نو آبادیاتی مطالعہ تنقید کا تشریحی انداز ہے، جس طرح تشریحی انداز میں کسی متن کے بنیادی مفہوم تک رسائی پیدا کی جاتی ہے نیز سیاسی، ثقافتی اور نظریاتی تناظر سے اس کے مفہوم کو سمجھا جاتا ہے۔ یہ ادبی متون میں موجود سیاسی طاقتوں کے مضمرات کو بھی کھولنے کی کوشش کرتی ہے۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ ادب کو ثقافت اور ان طاقتوں کے زاویوں سے وابستہ کر کے اس کے اجزائے ترکیبی کا تجزیہ کرتا ہے۔

مابعد نو آبادیاتی مطالعہ تاریخ سازی پر اثر انداز ہونے والی یورپی مرکزیت کو بھی بحث کا موضوع بناتا ہے۔ مشرق کے متعلق کیے گئے مستشرقین کے مطالعات کو از سرِ نو تحقیق کا موضوع بناتا ہے، سیاسی منشا کے تحت وجود میں لائے گئے متن کی تشریح و توضیح کرتا ہے مابعد نو آبادیاتی مطالعہ اپنے مقاصد میں کسی ادیب کو مکمل نو آبادیاتی مقاصد کا ترجمان قرار نہیں دیتا جیسا کہ اکثر مولانا الطاف حسین حالیؔ، مولانا محمد حسین آزاد اور سر سید احمد خان کے بارے میں عامیانہ رائے قائم کی جاتی ہے۔ مصنف کا منشا آبادکار کی نو آبادیاتی حکمت عملی کی تائید یا اس کی عقدہ کشائی بھی ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیّر لکھتے ہیں:

> "اگر مابعد نو آبادیاتی مطالعہ، نو آبادیاتی عہد کی ثقافتی صورتحال کی مختلف سطحوں کو لحاظ میں نہیں رکھتا، نو آبادیاتی عہد کے ہر تاریخی رجحان اور ثقافتی سرگرمی کو کھینچ تان کر استعماری مفہوم و مقصد سے جوڑتا ہے، اس ثقافتی منطقے پر مرکوز نہیں ہوتا جہاں آبادکار، طاقت کی مختلف شکلوں کے بگاڑ سے استحصال کا مظاہرہ کرتا ہے اور نتیجتاً ردِ عمل جنم دیتا ہے تو یہ بجائے خود استعماری مطالعے کی شکل ہے۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ ثقافت اور فکر کو استعمار کی مخفی اور عیاں زنجیروں سے رہائی دلاتا ہے (14)"۔

برصغیر میں نو آبادیاتی دور میں صداقت، علمیت اور اقتدار کے حوالے سے نظریات میں بہت زیادہ تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ تبدیلی کے اس عمل میں ہمارے ادبی تنقید کے وہ اصول جو ہمارے کلاسیکی سرمائے سے اخذ کیے گئے تھے وہ بھی دھندلا گئے ہیں۔ اپنے ادب اور تہذیب کو سمجھنے اور اس کی حیثیت کو متعین کرنے کے لیے جو اصول مروج ہیں ان

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

پر نو آبادیاتی فکر حاوی ہے۔ اس کے نتیجے میں تہذیبی سیاق وسباق میں ادبی نظریہ سازی کے محرکات کا مطالعہ ایک خاص اہمیت کا حامل ہو گیا ہے۔ مغربی فکر کے زیرِ اثر اپنے ماضی اور تاریخ کا مطالعہ احتیاط کا متقاضی ہے کیونکہ ہمارے جدید ادب کا بڑا نا سٹلجیا اسی دور سے وابستہ ہے جسے نو آبادیاتی دور سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اردو کی ابتدائی تنقید عام طور پر شاعری کی کتابوں کے دیباچوں اور تذکرہ نویسی پر مشتمل تھی تاہم سر سید کے عہد میں انگریزی علوم کے زیرِ اثر اردو کے ادبی منظر نامے پر لہریں پیدا کیں۔ ادب کی افادیت اور مقصد پر بھی روشنی ڈالی جانے لگی۔ سر سید کے معاشرتی موضوعات پر لکھے گئے مضامین بھی اپنے اندر تنقیدی مزاج رکھتے تھے، اس دور میں نظری اور عملی تنقید کی طرف حالیؔ، آزادؔ، اور شبلی نے گہری سنجیدگی سے حصہ لیا(15)۔ اسی دور میں مغرب کے بعض ادبی نظریات اور تنقیدی رویوں کو عالمی اور آفاقی اصول و معیار کی حیثیت حاصل ہوئی۔ یہیں سے اردو ادب کے تنقیدی نظریات پر مغربی فکر کو تفہیمی طریقِ کار کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا۔ اس فکر کے زیرِ اثر اردو نظم کے کلاسیکی سرمائے قصیدہ، مثنوی اور مرثیہ کو زوال آمادہ قرار دیا گیا۔ داستان کے بجائے ناول کو فروغ ہوا اور کچھ ناقدین نے اردو غزل کو انگریزی نظم کے تنقیدی پیمانوں پر پرکھنے کی کوششیں بھی کیں۔ مغرب کی رومانوی تحریک کے زیرِ اثر ہندوستان میں ترویج پانے والے اصولوں کو فروغ حاصل ہوا اور مختلف تنقیدی اصطلاحات وضع کی گئیں۔

مابعد نو آبادیاتی فکر کی نمائندگی کرنے والے عالمی سطح پر معروف ناقدین میں ایڈورڈ ڈبلیو سعید، فرانز فینن، ہومی بھابھ، اور گایتری سپائی وک کے نام نمایاں ہیں۔

اس حوالے سے سید امتیاز احمد لکھتے ہیں:

> "مابعد نو آبادیاتی تنقید بالعموم جن سوالوں سے بحث کرتی ہے، ان میں بنیادی سوال مجموعی قومی تاریخ اور واقعات کے تناظر میں خود نقاد سمیت "فرد" کی بحیثیت موضوع شناخت کا ہے۔ اس حوالے سے گایتری کا کام خاص توجہ چاہتا ہے کیونکہ انھوں نے اپنا موضوع انھی بے ترتیب اور متخالف عوامل یعنی نسل، جنس اور معاشی حالت کو بنایا ہے جو اس شناخت کی تشکیل کرتے ہیں۔ وہ اپنے حوالے سے بھی اور اپنے زیرِ مطالعہ مغربی حالت کو بنایا ہے جو اس شناخت کی تشکیل کرتے ہیں۔ وہ اپنے حوالے سے بھی اور اپنے زیرِ مطالعہ مغربی اور ہندوستانی روایت کے متون کے حوالے سے بھی، مابعد نو آبادیاتی دانشور کے مخمصے کا سبب ایک نئی نو آبادیاتی دنیا میں دیکھتی ہے۔"(16)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تنقید کے مغربی اصول وضوابط نے اردو تنقید کو مستحکم ہونے میں مدد دی تاہم نظریات کی اس رنگارنگی میں اپنی تہذیب وثقافت سے اخذ کردہ نظریات کو نظر انداز کیا گیا۔ مابعد نو آبادیاتی تنقید ادبی نظریہ سازی کے محرکات اور تاریخی عوامل کو بھی بطورِ خاص اپنی بحث کا موضوع بناتی ہے۔

مغربی فکر کے اثرات اور مابعد نو آبادیاتی مطالعات کی ضرورت واہمیت کے حوالے سے ابوالکلام قاسمی رقم طراز ہیں:

> "بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ مغرب کے فکری غلبے نے مسلمات کی حیثیت اختیار کر لی۔ اس لیے امداد امام اثر، عبد الرحمن بجنوری اور قدرے بعد کے نقادوں میں آل احمد سرور، کلیم الدین احمد اور محمد حسن عسکری کو مغربی اصولوں اور پیمانوں کے استعمال کے لیے کسی قسم کا جواز فراہم کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ہر مغربی فکر نو آبادیاتی فکر کا نام دے دیں۔ اس لیے کہ مشرقی مذاہب اور علوم کے سلسلے میں اختیار کیے جانے والے مغربی طریقِ مطالعہ کے نقائص کی تحریک بھی ہمیں ان نئے ادبی نظریات سے ملی ہے جن کو مغرب میں فروغ ملا۔"(16)

تاریخی شعور سے متصف نقاد ہی موجودہ عہد کے تقاضوں کو سمجھنے کا متحمل ہو سکتا ہے۔ اسی ضمن میں ایک اور اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"اب نو آبادیاتی فکر کے آغاز اور اس کے محرکات کی پوری روایت ہندوستانی ادبیات کی سو سالہ تاریخ میں محفوظ ہو چکی ہے ، اس لیے اس کے مطالعے اور معروضی جائزے کا مناسب وقت آ گیا ہے کہ آج ہم اس سو سالہ تاریخ کو معروضی فاصلے سے دیکھ سکیں۔"(17)

مذکورہ بالا بحث کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ہمیں مستقبل کا مقابلہ کرنے والے تعلیمی نظام کا لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے، ٹیکنالوجی کی میدان میں ترقی حاصل کرنے کے لیے، سماج کی بہتری اور اقتصادی ترقی کے لیے نئی راہیں تلاش کرنا ہوں گی۔ اس کے لیے ہمیں اپنے مسائل کی تشخیص کرنا ہو گی۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعات کی مدد سے وہ شعور حاصل ہو گا جس سے ہم خود کو زندگی کے میدان میں مستحکم کر سکیں۔

حوالہ جات

1۔ سید سبط حسن،پاکستان میں تہذیب کا ارتقا(کراچی:مکتبہ دانیال،1989ء،)ص284
2۔ مبارک علی،ڈاکٹر،گمشدہ تاریخ(لاہور:فکشن ہاؤس،2005ء)ص27،26
3۔ مبارک علی،ڈاکٹر،برطانوی راج (ایک تجزیہ)(لاہور:فکشن ہاؤس،1999ء)ص94
4۔ فرانز فینن،افتادگانِ خاک ،مترجمین محمد پرویز،سجاد باقر رضوی(لاہور:نگارشات،1996ء)
5۔ ایڈورڈ ڈبلیو سعید،شرق شناسی،مترجم محمد عباس(اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،2005ء)
6۔ سبطِ حسن، مارکس اور مشرق ترتیب و تدوین ڈاکٹر سید جعفر احمد(کراچی:مکتبہ دانیال،2009ء)ص101
7۔ ناصر عباس نیئر،ڈاکٹر، نو آبادیات اردو کے تناظر میں(لاہور:آکسفورڈ یونیورسٹی پریس،2013ء)ص5
8۔ محمد آصف،ڈاکٹر،اقبال اور نیا نو آبادیاتی نظام نظام(لاہور:فکشن ہاؤس،2019ء)ص34
9۔ روش ندیم،ڈاکٹر(دیباچہ)"اردو ناول کا نوآبادیاتی مطالعہ"ازڈاکٹر ریاض ہمدانی(لاہور،فکشن ہاؤس 2018ء)ص13
10۔ سید امتیاز احمد،مابعد نو آبادیات ایک تعارف(مضمون مشمولہ)،مابعد جدیدیت نظری مباحث مرتبہ ڈاکٹر ناصر عباس نیئر(ملتان-لاہور:بیکن بکس،2014ء)ص223
11۔ احمد سہیل،ردِ نو آبادیاتی تنقید(مضمون مشمولہ)مابعد جدیدیت ،نظری مباحث،ص214
12- ریاض ہمدانی،ڈاکٹر، اردو ناول کا نو آبادیاتی مطالعہ (لاہور،فکشن ہاؤس،2018ء)ص21
13۔ سید محمد عقیل،ڈاکٹر،پوسٹ کلونیلزم:تنقید کی دنیا میں ایک نئی لہر(مشمولہ)نو آبادیات و مابعد نوآبادیات(تاریخ، نظریہ ، اطلاق)مرتبہ محمد عامر سہیل(لاہور:عکس پبلیکیشنز، 2019ء)ص98
14۔ ناصر عباس نیئر،ڈاکٹر، نو آبادیات اردو کے تناظر میں(لاہور:آکسفورڈ یونیورسٹی پریس،2013ء)ص26
15۔ عبادت بریلوی،ڈاکٹر،اردو تنقید کا ارتقا،(کراچی،انجمن ترقی اردو،1979ء)ص154
16۔ امتیاز احمد،سید،مابعد نو آبادیات ۔ایک تعارف(مشمولہ)مابعد جدیدیت۔ نظری مباحث مرتبہ ڈاکٹر ناصر عباس نیئر(لاہور:بیکن بکس،2014ء)ص225
17۔ ابوالکلام قاسمی،معاصر تنقیدی رویے(علی گڑھ:ایجوکیشنل بک ہاؤس،2007ء)ص75
18۔ ایضاً،ص76